عبدالرحمٰن الکواکبی

رفیع اللہ شہاب

عرب دنیا کے رسائل و جرائد میں سید جمال الدین افغانیؒ اور مفتی محمد عبدہٗ کے ذکر کے ساتھ ساتھ سید عبدالرحمٰن الکواکبی کا نام بھی آتا ہے۔ عرب دنیا میں آپ کی شخصیت پر کم و بیش اتنی ہی کتابیں لکھی جا چکی ہیں جتنی کہ ان دو حضرات پر دنیائے عرب کے ممتاز اہل قلم احمد امین ڈاکٹر ساقی دھان، محمد شاہین حمزہ، قدری قلعجی محمد احمد خلف اللہ ڈاکٹر عبدالرحمٰن الکواکبی اور دوسرے لوگوں نے کواکبی پر لکھی ہے۔ لیکن ہمارے ملک میں کواکبی زیادہ معروف نہیں ہیں۔ اور اچھے خاصے لوگ اس عظیم شخصیت سے متعارف نہیں۔ موقر ماہنامہ فکر و نظر بابت نومبر ۱۹۷۶ء کے نظرات بعنوان "تحقیق اور آداب خود آگاہی" نظر سے گذرے تو دفعتاً سید الکواکبی کی شخصیت نظروں کے سامنے گھوم گئی۔ کیونکہ وہ بھی زندگی بھر ایسے ہی خیالات کا اظہار کرتے رہے وہ ایسا اسلامی ماحول پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہے جس میں ہر آدمی کو آزادی سے اپنی رائے کا اظہار کر سکے، اور صبر و تحمل سے دوسروں کی تنقید بھی سن سکے۔

سید الکواکبی شام کے ایک مشہور شہر حلب ۱۸۴۸ء میں پیدا ہوئے اور چھپن سال کی عمر میں مصر میں وفات پائی۔ آپ شام کے ایک قدیم علمی گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ اس خاندان کا اپنا ایک علیحدہ دینی مدرسہ تھا جو المدرسۃ الکواکبیۃ کے نام سے مشہور تھا اور دوسرے علاقے کے لئے روشنی کے مینار کی حیثیت رکھتا تھا۔ خاندانی روایات کے مطابق آپ نے بھی ابتدائی دینی تعلیم کی تکمیل اسی مدرسے میں کی۔ مقام مسرت ہے کہ آپ کا خاندان ابھی تک انہی پرانی علمی روایات قائم رکھے ہوئے ہے اور آپ کے پوتے ڈاکٹر عبدالرحمٰن الکواکبی کا شمار جید علمائے دین میں ہوتا ہے۔

سید الکواکبی نے جس زمانے میں ہوش سنبھالا تو اس وقت تمام عرب دنیا خلافتِ عثمانیہ کا ہی ایک حصہ

ں۔آپ نے تعلیم کی تکمیل کے بعد اپنی عملی زندگی کا آغاز سرکاری ملازمت سے کیا۔ لیکن آپ جس حریتِ فکر کے داعی اس کی وجہ سے سرکاری ملازمت کا نبھانا آپ کے لئے از حد مشکل ہو گیا۔ اور پھر اپنی اسی حریتِ فکر نے ہ کی طبیعت کو صحافت کی طرف مائل کر دیا۔ چنانچہ ملازمت کے دوران ہی آپ نے کئی ایک علمی و دینی مائل جاری کئے۔ ان میں سے ماہنامہ "الشہباء" نے تو خاصی شہرت حاصل کر لی لیکن یہی شہرت آپ کے ئے وبالِ جان بن گئی۔ بعض علماء آپ کے اس لئے مخالف تھے۔ کہ آپ نے اپنے عہد کے بعض مذہبی افکار رِ استبداد پر سخت تنقید کی تھی۔ کواکبی کی رائے تھی کہ اس مذہبی جمود نے اسلام کی روحِ حریت کو ختم کر یا ہے۔ بعد میں آپ نے یہی خیالات اپنی کتاب "طبائع الاستبداد" میں بڑی شرح بیان سے کئے۔ حریتِ فکر ں وجہ سے وہ نوجوان میں جب مقبول ہونے لگے۔ آپ کے اپنے حلقے کے لوگ بھی آپ سے سے حسد کرنے لگے۔ چنانچہ مخالفین کی مخالفت اور اپنوں کے حسد نے آپ کے لئے اپنے آبائی ہر حلب میں رہنا دشوار کر دیا۔ چنانچہ آپ نے اپنے وطن مالوف کو خیرباد کہہ کے مصر کا رُخ کیا۔ جہاں آپ سے پہلے آپ کی شہرت پہنچ چکی تھی۔ مصر کے اہل علم نے آپ کو سر آنکھوں پر بٹھایا یہاں پر آپ نے اپنی پہلی کتاب "طبائع الاستبداد" مکمل کی جسے اس وقت کے مشہور علمی رسالے "المؤید" نے بالاقساط شائع کرنا شروع کیا۔ جس کی وجہ سے آپ کا نام تمام دنیائے اسلام میں مشہور ہو گیا۔ یہاں برصغیر میں آپ کی مذکورہ بالا کتاب کا اُردو میں ترجمہ کیا گیا تھا جو غالباً "استبداد" کے نام سے شائع ہوا تھا۔ اور اب شاید نایاب ہے۔

علامہ احمد امین نے آپ کی شخصیت پر اپنی کتاب زعماء الاصلاح میں تفصیل سے لکھا۔ جس کے حوالے سے "المنہل" کی مارچ ۱۹۴۹ء کی اشاعت میں کواکبی پر لکھا گیا۔ سعودی عربیہ کے رسالہ میں آپ کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا تھا:۔

(السید عبدالرحمٰن الکواکبی صاحب کتاب المشہور ام القریٰ شخصیۃٌ رائدۃٌ عظیمۃٌ فی تاریخ الاسلام الحدیث۔ (ص ۱۶۲۳)

(ترجمہ) سید عبدالرحمٰن الکواکبی جو مشہور کتاب ام القریٰ کے مصنف ہیں جدید اسلامی دور کی ایک بڑی ہی عظیم شخصیت ہیں۔

آگے چل کر احمد امین کے حوالے سے یہ کہا گیا ہے۔

"آپ کی زبان بڑی مہذب تھی، بات بڑی جچی تلی کرتے تھے۔ اس معاملے میں آپ کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ کسی کے سلام کا جواب بھی بڑے غور و فکر سے دیا کرتے تھے۔ مختصر یہ کہ آپ کی زبان سے فضول بات

نرکجا کوئی زائد بات بھی نہیں نکلتی تھی؛ دوران گفتگو اگر کوئی آپ کو ٹوک دیتا۔ تو آپ فوراً خاموش ہو جاتے اور قطع کلامی کرنے والے کو اس کی بات پورا کرنے کا مناسب موقع دیتے۔ پھر اس کی گفتگو کے ختم ہونے پر اپنی بات کو وہاں سے شروع کرتے جہاں سے خاموش ہوئے تھے۔ اس طرح وہ اپنے ہمکلام کو گفتگو کے آداب سکھانے کی کوشش کرتے۔"

ان کی حریت فکر کی بابت احمد امین فرماتے ہیں :۔

"وہ بڑے نیک نفس انسان تھے کسی قسم کا لالچ یا عہدہ ان کی طبیعت کو دھوکا نہیں دے سکتا تھا جو بات کہتے تھے اس پر عمل بھی کرتے تھے اور پوری جرأت اور بے باکی سے اپنے خیالات کا اظہار کرتے تھے۔ اپنی اسی جسارت و بیباکی کی وجہ سے انہیں کئی بار قید و بند اور جائیداد کی ضبطی کی مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑا۔ یہاں تک کہ وہ اپنا آبائی وطن چھوڑ کر مصر چلے گئے اور روس میں وفات پائی۔

ان کے کریکٹر کے بارے میں کہتے ہیں ۔

"ان کے کریکٹر کی بلندی کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے۔ کہ جہاں وہ اپنے سے بڑے لوگوں کے مقابلے میں ڈٹ جاتے تھے، وہاں وہ غریبوں اور بیکسوں سے نہایت انکساری سے پیش آتے تھے وہ ان کے مخلص ہمدرد تھے اور ہمیشہ ان کا ساتھ دیا کرتے تھے۔ آپ کی کوشش ہوتی کہ جو بھی آپ کی مجلس میں بیٹھے اس کی گفتگو بھی تلی ہو، حق سے اسے محبت ہو، رائے اس کی متوازن ہو، اس کی فکر دوسروں کی رہنمائی کرنے والی ہو اور وہ اعلیٰ مقاصد کے لئے جب بھی ضرورت پڑے قربانی دینے کے لئے تیار ہو۔"

آپ کی زندگی میں ہمیں سب سے زیادہ اہم بات یہ ملتی ہے کہ آپ نے مسلمانوں کی بگڑتی ہوئی حالت کا گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی ساری زندگی امتِ مسلمہ کے لئے وقف کردی۔ مسلمانوں کے امراض کی صحیح تشخیص کے لئے آپ نے تمام اسلامی دنیا کا دورہ کیا تاکہ اس کا مناسب تدارک کیا جا سکے۔ اس دورے کے بعد آپ نے دوسرے علماء کو بھی ترغیب دی کہ وہ دوسرے اسلامی ممالک کے علماء سے ربط پیدا کریں اس سے ذہن میں وسعت پیدا ہوتی ہے اور تنگ نظری ختم۔ اس مقصد کے لئے آپ نے اپنی مشہور کتاب اُم القریٰ لکھی۔ جو دراصل علمائے وقت کے سامنے ان کی ایک درخواست تھی کہ وہ دین کی مقدس ناموس کی خاطر ایک پُرامن فضا تیار کریں۔ کہ جس میں ہر صاحب علم مسلمانوں کے زوال پر بغیر کسی خوف و خطر کے اپنی رائے کا اظہار کر سکے اور اگر وہ رائے کسی کے نزدیک غلط ہو تو اُسے دلیل کے ساتھ ٹھکرانے کی

صحت مند روایت قائم کی جائے۔

یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ کتاب "ام القریٰ" مکہ معظمہ کی کوئی تاریخ نہیں ہے۔ بلکہ یہ ساری دنیا کے علماء اسلام کی ایک فرضی بین الاقوامی کانفرنس ہے جس میں مختلف اسلامی ممالک کے علماء اپنے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں اور مخالف آراء پر بڑی متانت سے تنقید کرتے ہیں۔ الکواکبی کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے مختلف اسلامی ممالک سے آئے ہوئے "مندوبین" کو ان الفاظ سے خطاب فرماتے ہیں۔

یا ایھا الاخوان أفلا تکونون کذلک تستصوبون ان نترک جانباً اختلاف المذاہب التی نحن متبعوھا تقلیداً۔ فلا نوقف ما أخذ کثیراً من احکامھا۔ وان نعتمد ما نعلمہ من صریح الکتاب وصحیح السنۃ ثابت بالاجماع ونحو ذلک کیلا نتفرق فی الآراء۔ (ام القریٰ مطبوعہ مصر ص ۱۵)

اے میرے بھائیو! میں آپ سے توقع رکھتا ہوں کہ آپ اس وقت میری اس رائے سے اتفاق کریں گے کہ ان تمام فقہی مذاہب کو جن کی ہم پیروی کرتے چلے آئے ہیں، سے الگ رہ کر اس کانفرنس میں حصہ لیں۔ ہم فقہ کے بہت سے احکام کی اصل تک نہیں جانتے۔ ہمیں قرآن مجید صحیح احادیث اور اجماع پر اعتماد کرنا ہوگا تاکہ ہماری آراء میں اختلافات پیدا نہ ہوں۔

اس فرضی کانفرنس میں جس کا زمانۂ انعقاد آج سے لگ بھگ کوئی ایک سو سال پیشتر تھا، برصغیر ہند و پاک کی نمائندگی "فصیح الہندی" کرتے ہیں۔ اس کانفرنس میں مسلمانوں کی پستی کا سبب ان کی مندرجہ ذیل بیماریوں کو قرار دیا گیا۔

(۱) امت مسلمہ پر عقیدہ جبر کے مضر اثرات

(۲) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ترک کر دینا۔

(۳) دین اسلام سے زبانی ہمدردی، زبانی بلند بانگ دعوؤں کے سوا کامل غفلت۔

(۴) دین کا علم حاصل کرنے سے مسلمانوں کی بے رغبتی۔

(۵) دنیاوی علوم سے ایسی غفلت کہ ہم سوئی تک کے لئے غیروں کے محتاج ہو گئے۔

(۶) مخلص اور دیانتدار قیادت کا فقدان۔ (۷) غربت و افلاس

اس آخری بیماری کے بارے میں انہوں نے لکھا: فانہ اُسّ کل شر ورائد کل محنۃ۔ یعنی غربت ہر برائی اور ہر نحوست کی جڑ ہے۔ ان کا خیال تھا کہ جب تک مسلمانوں کی ان دینی و دنیاوی بیماریوں کو دور نہیں کیا جائے گا، ان کے لئے موجودہ دور میں ترقی کرنا ممکن نہیں۔ اور مسلمانوں کی انہی بیماریوں کو دور کرنے کیلئے وہ ساری عمر کوشاں رہے۔